کتاب نما

پاکستان مسلم لیگ کا دورِ حکومت (۱۹۴۷ـ۵۴)، ڈاکٹر صفدر محمود۔ ناشر: سنگ میل پبلی کیشنز، لوئر مال، لاہور۔ صفحات: ۴۰۳ (مع اشاریہ)۔ قیمت: ۶۰ روپے۔

مملکت خداداد نصف صدی کا سفر طے کر چکی ہے۔ اس موقع پر پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ کے مدوجزر، اور اس کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لینا خود احتسابی کے نقطہ نظر سے ضروری ہے۔ ہمیں ذرا رک کر دیکھنا چاہیے کہ ایک زبردست عوامی تحریک کے بل بوتے پر معرض وجود میں آنے والی مملکت پاکستان کے ساتھ مشرقی بازو کی علاحدگی کا المیہ کیوں پیش آیا اور اب ایک مستقل سوالیہ نشان کی تلوار ہمارے سروں پر لٹک رہی ہے کہ "اس ملک کا مستقبل کیا ہے؟" ہوا کا معمولی سا جھونکا بھی آ جائے تو وطن کے ہمدردوں میں تشویش و اضطراب کی لہر دوڑ جاتی ہے اور وطن عزیز کے بارے میں منفی جذبات رکھنے والے خوشی اور مسرت سے سرشار ہو جاتے ہیں۔ اس سوال کا جواب متعین کرنے کے لیے، پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ کے دور حکومت کا مطالعہ اور تجزیہ کیے بغیر بات سمجھ نہیں آ سکتی۔

قیام پاکستان کے تقریباً پچیس برس بعد (موجودہ سیکرٹری تعلیم) جناب صفدر محمود نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "پاکستان مسلم لیگ کا دور حکومت (۱۹۴۷ـ۱۹۵۴)" میں اس المیے کی وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی، یہ مقالہ اس وقت کتابی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور اتفاق سے آج پھر مسلم لیگ برسراقتدار ہے۔

ڈاکٹر صفدر محمود کہتے ہیں: "پاکستان کا اصل مسئلہ معاشی وسائل کی قلت نہیں، بلکہ سیاسی قیادت کا قحط ہے۔ مسلم لیگ کا دور حکومت بھی اسی سانحے کا نوحہ ہے" (ص ۷)۔ مسلم لیگ کی قیادت قائداعظم جیسے عظیم قانون دان کے ہاتھ میں رہی، مگر ان کے انتقال کے بعد لیگ لاقانونیت کے راستے پر چل نکلی۔ اب جو پارٹی اپنے داخلی نظم و ضبط کے لیے اپنے دستور کا احترام نہ کرے گی، وہ بھلا ملکی اور رواجی آئین و دستور کو کیوں پرکاہ کی حیثیت دے گی۔ دستور کے مطابق لیگ کی (مرکزی) کونسل کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہونا چاہیے تھا، لیکن "دستور کی باقی شقوں کے مانند اس شق پر بھی عمل نہ کیا گیا۔ نتیجے کے طور پر ۴۸ سے ۵۴ تک کونسل کے صرف سات اجلاس ہوئے" (ص ۱۷)۔ آج اگر مسلم لیگ کے قائدین اپنے جماعتی دستور کے وجود سے بے خبر ہیں، تو اس مرض کی جڑیں ماضی میں تلاش کرنی چاہییں۔ آج پارٹی کے اندر آمرانہ

سوچ اور شاہانہ پسند و ناپسند سکہ رائج الوقت ہے۔

صفدر محمود لکھتے ہیں: "مسلم لیگ کو یہ منفرد شرف حاصل ہوا کہ اسلامی مملکت کا جو نعرہ اس کے پلیٹ فارم سے بلند ہوا، صرف اسی کو کامیابی نصیب ہوئی۔ یہ "اسلام" کا لفظ ہی تھا، جس نے ہند کے مسلمانوں کو اتحاد کے جذبے سے سرشار کر دیا" (ص ۲۴۹) مگر پھر اپنے وعدوں اور دعووں کے مطابق: "پاکستان کو اسلامی مملکت بنانا تو الگ، مسلم لیگ عوام کے بنیادی مسائل بھی حل نہ کر سکی" (ص ۲۸۵)۔

مسلم لیگ نے مختلف اوقات میں انقلابی نعروں کو اپنایا: "صوبائی مسلم لیگیں جاگیرداری کے خاتمے اور صوبائی خود مختاری کے لیے آئے دن قراردادیں منظور کرتی رہتی تھیں... (لیکن) مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت کی نااہلی اور ناسمجھی کے سبب ان دونوں مطالبوں کا بروقت علاج نہ کیا گیا" (ص ۲۲۴)۔ "مسلم لیگ اور اس کے قائدین، زرعی اصلاحات کے وعدے کرتے رہے، لیکن جب ان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا وقت آیا تو لیگ کی قیادت کے لیے وعدے نبھانے مشکل ہو گئے" (ص ۲۸۱)۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا آج بھی لیگ انھی طبقوں کا ایک مقتدر ادارہ نہیں ہے؟ پھر "مسلم لیگ، آہستہ آہستہ بڑے زمین داروں اور کاروباری سیٹھوں کا ایک ادارہ بن کر رہ گئی" (ص ۳۶۱)۔ وہ کہتے ہیں: "لیگ کے لیڈر یہ اعلان اور دعویٰ تو بڑے زور شور سے کرتے تھے کہ صرف لیگ ہی قومی مسائل حل کر سکتی ہے، لیکن انھیں اس حقیقت کا احساس کرنے کی کبھی توفیق نہ ہوئی کہ آخر لوگ کب تک کھوکھلے نعروں سے مطمئن رہیں گے...... مسلم لیگ سے عوام کی توقعات آہستہ آہستہ ختم ہونے لگیں، اور مایوسی و اضطراب نے ایک لہر کی شکل اختیار کر لی۔ وقت کا کاروان چلتا رہا، اور مسلم لیگ پیچھے رہ گئی" (ص ۳۳۹)۔ مسلم لیگ کے مداح اخبار کو بھی یہ لکھنا پڑا: "مسلم لیگ کی سیاست بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کی حیثیت اب ایک ایسے کارواں کی ہے، جس کے پیش نظر کوئی منزل نہ ہو۔ لیگ نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے سوا کوئی کام نہیں کیا" (اداریہ بحوالہ کتاب مذکور، ص ۳۳۸)

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ قاری کے لیے پریشان کن ہے۔ مسلم لیگ کی تاریخ اس کے لیڈروں اور کارکنوں (الا ماشاء اللہ) کی مفاد پرستیوں، باہمی انتشار، ہوس اقتدار، دھڑے بندیوں، اقربا پروریوں، سازشوں، غیر جمہوری رویوں، عاقبت نااندیشیوں اور بحیثیت مجموعی "پستی کردار" (ڈاکٹر صفدر محمود، ص ۸۱) کی عبرت ناک داستان ہے۔ انجام کار: "جس تنظیم نے انگریزوں اور ہندوؤں سے مسلمانوں کے لیے حق خود ارادیت بزور بازو چھینا تھا، وہ پاکستان کے قیام کے بعد اس ملک کو آمریت و استبداد سے بچانے کے معاملے میں بالکل بے بس ثابت ہوئی" (ص ۳۶۳)۔ کتاب میں یہ آخری سطور، آج پاکستان کے دستور میں اوپر تلے ہونے والی ترامیم کو ایک طرح سے معنویت عطا کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر صفدر محمود کی اس کتاب کا مطالعہ جس قدر آج ضروری ہے' اتنا شاید پہلے کبھی نہیں تھا۔ ہم مسلم لیگ کے رہنماؤں اور حامیوں سے دردمندانہ گزارش کریں گے کہ وہ اس کتاب کا بہ غور مطالعہ کر کے بقول ڈاکٹر صفدر محمود: "اس آئینہ تحریر میں اپنے ماضی کی جھلک دیکھیں اور مستقبل کو سنوارنے کی فکر کریں" (ص ۹)۔

کاش ہمارے ہاں اس طرح کے زندہ موضوعات پر تحقیق کی روایت جڑ پکڑ سکے۔ (سلیم منصور خالد)

تحریک پاکستان اور صحافت' پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر۔ ناشر: بولان بک کارپوریشن' کوئٹہ۔ صفحات: ۳۸۶۔ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

قیام پاکستان اس صدی کا عظیم الشان واقعہ ہے۔ برعظیم کے وہ مسلمان جنھیں پاکستان کی آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع ملا بہ وجوہ اس کی اہمیت سے آشنا نہیں ہو سکے۔ نتیجہ یہ کہ پاکستان اپنے ایک بازو سے محروم ہو گیا اور اس وقت گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ اس عالم میں حکومتی سطح پر پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے کا اعلان کیا گیا ہے جو بہت عجیب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

اس شعر کی روشنی میں گولڈن جوبلی کی بجائے اگر خود احتسابی کی طرح ڈالی جاتی تو یقیناً اس سے ہمیں کچھ فوائد حاصل ہوتے۔ بہرحال گولڈن جوبلی کے اعلان سے یہ ضرور ہوا ہے کہ اہل دانش و بینش حرکت میں آئے ہیں اور انھوں نے تحریک پاکستان کی مقصدیت کو اجاگر کرنے اور اہل پاکستان میں جذبہ حریت کو بیدار رکھنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کاوش ہے۔ اس کے مصنف' پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر پاکستان کے صف اول کے اہل قلم ہیں اور اپنی علمی و ادبی خدمات کی بنا پر معروف ہیں۔ انھوں نے اپنی نگارشات کی بدولت پاکستان کے علمی اثاثے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قیام پاکستان نہ تو صرف قائداعظم کی کوششوں کا ثمر تھا اور نہ محض مسلم لیگ کی مساعی کا نتیجہ بلکہ اس منزل کے حصول کے لیے ملت اسلامیہ کے جملہ طبقے مثلاً علما' ادبا' شعرا' صوفیا' سیاست دان' طلبا و طالبات اور خواتین وغیرہ سرگرم عمل تھے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے زیر نظر کتاب میں تحریک پاکستان کے حوالے سے نہ صرف پاکستان کے مختلف علاقوں کے اخبارات و جرائد کی خدمات پر روشنی ڈالی ہے بلکہ قرارداد لاہور کے مقاصد کو متعارف کرانے کے سلسلے میں ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہ روداد دلچسپ ہے' معلومات افزا اور جذبہ انگیز بھی۔ یہ کتاب اگرچہ ہمارے ماضی

آئینہ ہے لیکن اس کی بدولت حال کے حقائق کا جائزہ لینے کی امنگ بھی پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کوثر نے اکثر و بیشتر صورتوں میں بنیادی ماخذ پر انحصار کیا ہے اور تحقیق کے دیگر تقاضے بھی ملحوظ رکھے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ماخذ کی فہرست بھی دی ہے۔ اس طرح کتاب حقائق کا ایک مستند ذخیرہ بن گئی ہے۔ کتاب کی کمپوزنگ عمدہ ہے لیکن غلطیاں بھی نظر آتی ہیں جو پروف ریڈنگ کی کوتاہی کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں' مثلاً "مندرجات" میں چوتھے باب کا ایک ذیلی عنوان یوں درج کیا گیا ہے: "پاکستان کی ناگزیریت" جب کہ ص ۳۷۷ پر اس کو بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے نہ کہ باب کے ذیلی حصے کے طور پر اور ایک عنوان یوں دیا گیا ہے: "پاکستان کی ناگزیریت نقار خانہ میں"۔ اسی طرح خواجہ ظفر نظامی کی تیار کردہ تحریک پاکستان کے حامی ۱۳۱ اخبارات و جرائد کی فہرست میں بھی کمپوزنگ کی غلطیاں موجود ہیں۔ اس کے باوجود ڈاکٹر انعام الحق کوثر کو داد دینا پڑتی ہے کہ انھوں نے تحریک پاکستان کے نشیب و فراز کو اجاگر کرنے کی کامیاب سعی کی ہے اور مسلمانان برعظیم کی جدوجہد آزادی سے متعلق ایسے اوراق گم گشتہ کو جمع کر دیا ہے جو یقیناً چشم کشا اور بصیرت افروز ہیں۔ امید ہے کہ دوسرے اہل قلم بھی ان کی پیروی کریں گے۔ (ڈاکٹر رحیم بخش شاہین)

تحدیث نعمت' مولانا محمد منظور نعمانی۔ مرتبہ: عتیق الرحمٰن سنبھلی نعمانی۔ ناشر: الفرقان بک ڈپو' ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد' لکھنؤ ۱۸۔ صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: ۷۵ روپے۔

برعظیم پاکستان و بھارت کے نامور عالم اور مصنف مولانا محمد منظور نعمانی (وفات: ۴ مئی ۱۹۹۷) نے تقریباً ربع صدی قبل' اپنے مجلے "الفرقان" میں "تحدیث نعمت" کے عنوان سے بعض دینی شخصیات پر ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا۔ مرحوم کے لائق فرزند' عتیق الرحمٰن صاحب نے مذکورہ سلسلہ مضامین کو' اپنے والد ماجد کے ایما پر اور انھی کی نگرانی میں "الفرقان" میں مطبوعہ بعض دیگر تحریروں کی مدد سے' اضافوں کے ساتھ زیر نظر کتاب کی صورت میں مرتب و مدون کر دیا ہے۔

کتاب کا حصہ اول (ص ۱۳ تا ۱۱۸) مصنف کی خود نوشت سوانح عمری پر مشتمل ہے۔ اس کے بعض حصے بہت دلچسپ ہیں' مثلاً لکھتے ہیں کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سلسلہ مضامین "الجہاد فی الاسلام" نے اس عاجز کو متاثر کیا۔ "جماعت اسلامی کی بنیاد ڈالنے کی کوشش میں' میں مودودی صاحب سے بھی کچھ آگے ہی تھا۔ نیز لوگوں کو بڑی قوت سے اس کی طرف دعوت دی تھی اور اعتراضات کے مقابلے میں اس کی بھرپور مدافعت کی تھی"---- مگر یہ اقدام "فکر و نظر کی ایک غلطی" تھا (ص ۷۹)۔ چنانچہ مولانا نعمانی جماعت سے الگ ہو گئے---- اس ضمن میں آگے چل کر بتایا گیا ہے کہ علاحدگی میں مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے ایک رفیق خاص' حاجی عبدالرحمٰن نومسلم کے "روحانی تصرف" کا دخل تھا۔ حاجی صاحب کے بارے میں مشہور تھا

کہ وہ مستجاب الدعوات ہیں۔ جن دنوں مولانا منظور نعمانی' جماعت اسلامی کے اساسی رکن کی حیثیت سے مرکز جماعت دارالاسلام نزد پٹھان کوٹ میں مقیم تھے' انھی دنوں ایک دوپہر' وہاں سے بہت دور' مولانا محمد الیاسؒ نے' حاجی صاحب کو نیند سے جگا کر فرمایا کہ: وہ (نعمانی صاحب) ایک غلط جگہ چلے گئے ہیں' اسی وقت ان کے لیے دعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہاں سے نکال لے۔ پھر دونوں بزرگوں نے حجرے میں جا کر دو رکعت نماز کے بعد دعا مانگی--- نعمانی صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت سے میری علاحدگی کے کچھ ظاہری اسباب و وجوہ بھی تھے' لیکن حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے مذکورہ بالا واقعہ سن کر دل میں یقین سا پیدا ہو گیا کہ میری اس قلبی کیفیت اور اندرونی کش مکش میں اصل عامل ان دونوں بزرگوں کی یہ دعا تھی (ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)۔ ڈاکٹر سید محمود کے ذکر میں ایک جگہ نعمانی صاحب نے لکھا ہے: "مسلمان قوم میں اجتماعی کاموں کی صلاحیت ایک عرصہ دراز سے مفقود ہے چنانچہ اس تجربے (مسلم مجلس مشاورت ۱۹۶۴) کے بعد کسی نئے اجتماعی کام میں اپنا وقت صرف کرنے کی ہمت نہ رہی۔ بس جو کچھ انفرادی طور پر ہو سکے' اسی کے لیے اپنے آپ کو مکلف سمجھ لیا"۔ (ص ۹۵)--- اس تاثر سے مولانا مرحوم کے ذہن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ متعدد بزرگوں' مشاہیر اور علماے کرام کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ' مفتی عزیز الرحمٰنؒ' مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ' مولانا اشرف علی تھانویؒ' مولانا محمد الیاسؒ' مولانا حسین علیؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ' مولانا محمد زکریاؒ اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ وغیرہ--- ان مختصر تذکروں سے مذکورہ مشاہیر' علم و عمل اور اخلاق و کردار کے مجسموں کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ ان تذکروں میں تاریخ و سیاست کے نشیب و فراز کی کہانی بھی آ گئی ہے--- بحیثیت مجموعی مولانا کی تحریر میں ایک خاص طرح کا خلوص' رقت قلبی اور بزرگوں سے خوش عقیدگی نمایاں ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

آسمان علم کے درخشندہ ستارے' سید نظر زیدی۔ ناشر: حرا پبلی کیشنز' اردو بازار' لاہور۔ صفحات: ۲۱۰۔ قیمت: ۴۵ روپے۔

اسوۂ رسولؐ کی روشنی تو ہر زمانے میں نور ہدایت رہی اور رہے گی' مگر اس کے علاوہ بھی انسان رشد و ہدایت کی ضرورت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر دور کی ضرورت نے اسے مثالی ہستیوں کی تلاش پر مجبور کیا ہے جو اس کی راہنمائی کر سکیں۔ اس سلسلے میں نظر زیدی صاحب نے امام ابو حنیفہ' امام غزالی' سعدی شیرازی' شاہ رکن الدین ملتانی' ملا عبدالقادر بدایونی' مجدد الف ثانی' حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' شاہ ولی اللہ' شاہ اسماعیل شہید' محمد قاسم نانوتوی' سرسید احمد خان' اکبر الٰہ آبادی' محمد علی جوہر اور خواجہ حسن نظامی کا ایک عمدہ تذکرہ مرتب کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر نے اپنے وقت کے سیاسی اتار چڑھاؤ

اور اصلاح احوال میں بہت نمایاں کردار ادا کیا۔ اگرچہ مصنف نے مذکورہ شخصیات کا شخصی تعارف اور خاندان کی تفصیل بھی دی ہے مگر اصلاح امت کے لیے ان کی سیاسی، ادبی، سماجی اور اصلاحی خدمات کا تذکرہ زیادہ اہم ہے۔ زیر نظر کتاب کی نمایاں خوبی اختصار اور جامعیت ہے۔ اس سے مذکورہ شخصیات کا نہ صرف عمومی تعارف ہو جاتا ہے بلکہ ان کے کارناموں سے بھی بخوبی آگاہی ہوتی ہے۔ جس واقعے، یا تربیت کے جس رخ نے کسی شخص کو بڑا آدمی بنانے میں خاص کردار ادا کیا، جناب نظر زیدی نے اس کو نمایاں کر دیا ہے۔ ماؤں کی تربیت، علم سے شغف، اسلام کی جانب طبعی میلان اور مسلمانوں کی حالت زار کے گہرا احساس جیسے مظاہر ایسے ہیں جنھوں نے ان کو تاریخ میں ایک نمایاں مقام عطا کیا۔ نظر زیدی نے محض بیانیہ انداز میں تاریخ نہیں لکھی بلکہ مختلف افراد کی کوششوں کے اثرات و نتائج سے بھی بحث کی ہے۔ مصنف نے مباحث کے بہت سے ذیلی عنوانات قائم کیے ہیں مگر ان میں یکسانیت نہیں ہے اور ترتیب بدل بھی گئی ہے۔ بہرحال کتاب کی مقصدیت اور افادیت میں کلام نہیں۔ (زبیدہ حبیب)

مجلہ **التجدید** (سہ ماہی)، شمارہ: جنوری ۱۹۹۷ء۔ تقسیم کنندگان: المرکز الدولی للخدمات الثقافیہ، ص-ب ۱۳-۵۲۴۴۔ بیروت، لبنان۔

گذشتہ دہائی میں برادر ملک ملایشیا نے جس تیزی سے صنعتی و مادی میدانوں میں ترقی کے مراحل طے کیے ہیں۔ اس نے خصوصاً ترقی پذیر قوموں کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور ملایشیا میں یہ ترقی صرف مادی پہلو تک محدود نہیں ہے بلکہ یہاں کی اسلامی تحریک بھی روز بروز مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت وقت اور اس کے درمیان مفاہمت کے ماحول نے ملک کی تعمیر کو مزید آسان بنا دیا ہے۔ ۱۹۸۳ سے قائم یہاں کی عالمی اسلامی یونی ورسٹی نے بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے اور جدید و قدیم کے تقاضوں کی روشنی میں اسلام کو سمجھنے والے بہت سے ماہر یہاں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں۔

یہاں سے متعدد انگریزی معیاری مجلات کے ساتھ "التجدید" کے نام سے ایک سہ ماہی مجلہ عربی زبان میں نکل رہا ہے۔ تازہ شمارے کا اداریہ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالحمید احمد ابو سلیمان نے تحریر کیا ہے جو ایک عرصے تک امریکہ میں قائم ایک معروف علمی و تحقیقی ادارے **المعہد العالمی للفکر الاسلامی** کے صدر رہ چکے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اس ادارے کی روح اس یونی ورسٹی میں بھی پھونکنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اداریے میں بتایا گیا ہے کہ یونی ورسٹی اور مجلے کا اصل مقصد علم و عرفان کو اسلامی بنانا اور ایک ایسی زندہ اسلامی فکر کو پروان چڑھانا ہے جو زمانے کا ساتھ دے سکے اور عصر حاضر کے مطالبات اور چیلنجوں کا جواب ایک بہتر و بلند سطح سے دے سکے۔ مجلے میں متعدد موضوعات پر بلند پایہ

علمی مقالات شامل ہیں، مثلاً ڈاکٹر عبدالحی فتاح کا مقالہ: "قرآن مجید اور اس کا سائنٹفک انداز فکر"، ڈاکٹر محمد کمال کا مقالہ: "ملایا میں اسلام"۔ ڈاکٹر محمود الزواوی نے اپنے مقالے میں جدت پسندی کے میدان میں علامہ ابن خلدون کے قائدانہ کردار اور علم جدید پر بحث کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید النجار کا مقالہ تہذیبی پس ماندگی اور فقہ اسلامی سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عزمی نے تہذیب و ثقافت پر تصویری میڈیا کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ بعض علمی تصانیف اور ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالوں پر تبصروں کے علاوہ "عربی زبان کے مسائل اور اکیسویں صدی کے چیلنج" اور "جاپان، اسلام اور مغربی ممالک" جیسے موضوعات پر دو بین الاقوامی کانفرنسوں کی روداد بھی شامل ہے۔

مجلہ عمومی طور پر دقیق علمی بحثوں پر مشتمل ہے۔ امید ہے علمی حلقوں میں مشرق بعید سے آنے والے اس مجلے کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ (عبدالمتین منیری)

افکار ملی، (ماہنامہ)، مسلم معاشرہ نمبر، مدیر: سید قاسم رسول الیاس، مقام اشاعت: ای ۲۲/۱۵۳، ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵۔ صفحات: ۲۴۰، قیمت: ۳۵ روپے۔

بھارت کا مسلم معاشرہ ۱۲ کروڑ انسانوں کا معاشرہ ہے اور اپنی تاریخ، حالات اور عوامل کی وجہ سے خصوصی مسائل سے دوچار ہے۔ "افکار ملی" دہلی کا یہ نمبر "ہندستانی مسلم معاشرہ: ماہیت، مسائل، امکانات" کے حوالے سے ایک نہایت غیر معمولی، وقیع اور قابل قدر کاوش ہے۔ بلاشبہ یہ نمبر، ایک جامع دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور مسائل کا حقیقی فہم عطا کرنے کے ساتھ ساتھ راہیں کھولنے والا بھی ہے۔ مرض کی نشاندہی کرتا ہے تو علاج بھی بتاتا ہے۔ پہلے حصے میں اسلامی معاشرے کے حوالے سے اصولی مباحث ہیں۔ دوسرے حصے: "ماہیت" میں موجودہ معاشرے کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اور سات مقالات میں معاشرے پر ہندو دھرم کے اثرات، مغرب کے اثرات، خواندگی کی صورت حال اور خواتین کی پوزیشن کو پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے حصے: "مسائل اور امکانات" میں ۴۷ مقالات ہیں۔ بھارت کے معروف قائدین اور اہل قلم نے یہ قیمتی مباحث علمی اور تعمیری انداز سے پیش کیے ہیں۔ شاید ہی کوئی پہلو رہ گیا ہو۔ (مسلم صحافت کے جائزے کی کمی محسوس ہوتی ہے) خواتین کے مسائل کو جائز طور پر خصوصی اہمیت دی گئی ہے اور مختلف زاویوں سے ۸ مقالات ان کا احاطہ کرتے ہیں۔ بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے مسائل کو الگ الگ زیر بحث لایا گیا ہے۔ رہائشی مسائل، رسوم و رواج، برادری اور ذات پات، بخل و اسراف، گداگری جیسے مسائل پر عملی انداز سے گفتگو کی گئی ہے۔ نیز پرسنل لا، یکساں سول کوڈ، دار القضا کا قیام اور نظام زکوٰۃ پر تحریرات شامل اشاعت ہیں۔ معاشرتی بگاڑ کے عوامل، اصلاح معاشرہ کیوں اور کیسے مسلم قیادت کے مسائل کے

ذریعے راہ عمل واضح کی گئی ہے۔ معاشرہ اور اردو ادب اور اسلام اور تفریحات کا موضوع بھی نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ۲۴۰ صفحات کا یہ نمبر بھارت کے مسلمانوں کے لیے ایک آئینہ ہے جس میں وہ اپنی حقیقی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی مطالعے بیداری پیدا کرتے ہیں اور عمل پر ابھارتے ہیں۔ لکھنے والوں میں سید جلال الدین عمری، سلطان احمد اصلاحی، فضل الرحمٰن فریدی، وحید الدین خاں، خالد سیف اللہ رحمانی، ڈاکٹر ابن فرید، مولانا سلیمان قاسمی، ڈاکٹر احمد سجاد اور بہت سے دوسرے شامل ہیں۔ ہمارے ملک میں معاشرتی مسائل پر اخبارات میں مضامین آتے رہتے ہیں لیکن اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کوئی ادارہ اسی انداز سے جامع مطالعے کا اہتمام کرے، اور پچاس سالہ تاریخ کے تناظر میں دیکھے کہ پاکستانی مسلم معاشرہ کے، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور سرحد کے پہاڑوں اور میدانوں میں رہنے والے ۱۲ کروڑ مرد، عورتیں، نوجوان، بوڑھے اور بچے کن مسائل کا شکار ہیں اور ان کے حل کے لیے کیا کیا جا رہا ہے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ "افکار ملی" پابندی سے شائع ہونے والا ماہنامہ ہے اور اپنے دائرہ کار میں مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔ (مسلم سجاد)

The Newsletter (ماہ نامہ) (رابطہ: سیف اللہ خالد)۔ پوسٹ بکس ۷۹۵، چٹاگانگ، بنگلہ دیش۔

آج ملت اسلامیہ کا حال دیکھیں تو مسلم ممالک آزادی کا دم بھرنے کے باوجود اقتدار اعلیٰ سے محروم اور دوسروں کی دھونس کے سامنے مجبور نظر آتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد کو بانٹنے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو مسلم حکمران آنکھیں چرانے میں سبقت لے جاتے ہیں۔

برما، اسی برعظیم کے ایک کونے پر واقع ہے۔ وہاں کے فوجی حکمران یوں تو بدھ مت کے پیروکار ہیں مگر برمی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ ان مظلوم برمی مسلمانوں کی جدوجہد کی علم بردار تنظیم "روہنگیا سالیڈیریٹی آرگنائزیشن اراکان" گذشتہ کئی برسوں سے اپنے دکھ، کرب اور کیفیت کو مقدور بھر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ یہ ماہانہ خبرنامہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

برما کے مسلمانوں پر گزرنے والی قیامت کی کچھ جھلکیاں، شب تار کی کچھ چیخیں، اور چند آہیں اس ذریعے سے مل جاتی ہیں، افسوس اور مغربی دنیا اور خود پاکستان کا پریس اس سے بے نیاز ہے۔ اراکانی مسلمان اپنی جدوجہد سے عہدہ برآ ہونے کے لیے عطیات کے مستحق ہیں۔ پاکستان میں ان کا رابطہ نمبر پوسٹ بکس ۵۹۱، کراچی ۷۴۲۰۰ ہے۔ (س۔ م۔ خ)

گذشتہ ماہ "کتاب نما" میں تفہیم القرآن کے جس فارسی ترجمے پر تبصرہ شائع ہوا تھا، اسے: دارالعروبہ، منصورہ، لاہور۔۱۸ نے شائع کیا ہے۔ (ادارہ)